حضورؐ اکرم کا معجزہ کردار

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

حضورؐ اکرم نے دعوتِ اسلامی کا آغاز ایک فرد کی قوم کے تناسب سے کیا۔ پوری قوم ایک طرف تھی اور حضورؐ اکرم پوری قوم کے مقابل دوسری طرف تھے۔ جو دعوت آپ نے پیش کرنی شروع کی وہ پوری قوم کے سارے ڈھانچے کو ادھیڑ کر اسے از سرِ نو استوار کرنے والی تھی۔ اور یہ بات قریش مکہ حضورؐ کے پیش کردہ صرف ایک کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے چند الفاظ سے ہی سمجھ گئے تھے۔ اس دعوت کے ذریعے پورے معاشرے کی قدریں بدلی جا رہی تھیں۔ خیر و شر کے پیمانے منقلب ہو رہے تھے۔ معیاراتِ قیادت و رہنمائی تبدیل ہو رہے تھے۔ نفع و نقصان کی میزان بدل رہی تھی۔ دعوتِ اسلامی کا مسئلہ صرف چند مذہبی تصورات میں تھوڑی سی تبدیلی لانے کا ہی معاملہ نہیں تھا بلکہ یہ تو ہمہ پہلو ہمہ جہت اور کلی تبدیلی تھی جس کے آنے کے بعد ہر چیز بدل جانے والی تھی۔ چمگادڑوں سے کہیے کہ وہ طلوعِ سحر کو ٹھنڈے پیٹوں ہنسی خوشی برداشت کر لیں تو یہ ایک ناقابلِ قبول مطالبہ ہے۔ چنانچہ عین توقع کے مطابق اسلام کی دعوتِ عام کے ساتھ ہی مخالفتِ عام بھی شروع ہو گئی اور پھر تو بے پناہ مخالفت ہوئی۔ حضورؐ اکرم نے خود فرمایا کہ کسی نبی کو ان مشکلات سے سابقہ پیش نہیں آیا جن مشکلات سے مجھے سابقہ پیش آیا ہے۔

اس کلی انقلابی دعوت کو نظامِ باطل کے چوکیدار برداشت نہ کر سکتے تھے۔ وہ لوگ جو سیاسی اور معاشرتی مفادات کے محافظ تھے۔ ان کے لئے اس دعوت کو ہضم کرنا سخت مشکل تھا۔ اس دعوت کو برداشت کرنے کے معنی اپنی سابقہ حاصل کردہ سیادتوں، قیادتوں اور محفوظ مفادات سے دست برداری اور محرومی تھی۔ چنانچہ دعوت کے سامنے آتے ہی وہ بھوکے بھیڑیوں کی طرح حضورؐ اور آپ کے ساتھیوں پہ پل پڑے ایسی شدید مخالفانہ یلغار اور اتنی کثیر طاقتور مخالفت کے مقابلے میں ایک فرد کی قوم کے تناسب سے آغاز کر کے

ایک انقلابی دعوت کو آگے بڑھانا کوئی آسان کھیل نہ تھا۔ یہ آنکھوں دیکھتے اپنی موت سے کھیلنے والی بات تھی لیکن اس کے باوجود اتنی بڑی مخالفت اور عداوت کے مقابلے کے لئے حضورؐ اکرم کے پاس ایسے انقلاب انگیز ہتھیار تھے جن کا مخالفین کے پاس کوئی توڑ نہ تھا۔ ان میں سب سے پہلا مؤثر اور کارگر ہتھیار حضورؐ اکرم کا اپنا کردار تھا جو آپ نے قریش کے درمیان چالیس سالہ زندگی میں ان کے سامنے رکھا تھا۔

ایک شخص جس کی شرافت کی شہرت دور دور تک تھی، جس کی حیا کنواری لڑکیوں کی طرح کسی غیر محرم کی طرف بے جا نظر اٹھانے کی بھی روادار نہ تھی، جس کی دیانت و امانت کا یہ حال تھا کہ دشمن بھی آپ کے پاس امانتیں رکھواتے تھے۔ اس دیانت و امانت کا سکہ اتنا رواں تھا کہ جب اپنی قوم کے ظلم و ستم سے تنگ آکر حضورؐ اکرم نے ہجرت کی تو اس وقت بھی اسی ظالم قوم کی امانتیں حضورؐ اکرم کے پاس اتنی جمع تھیں کہ آپ کو حضرت علیؓ کی ڈیوٹی لگانی پڑی کہ وہ اس ظالم قوم کی سب امانتیں واپس کر کے مدینہ تشریف لائیں۔ ان حالات میں بھی حضورؐ کے انصاف پر سب اعتماد کرتے تھے۔ مخالفین اپنے مقدمات و تنازعات کے فیصلوں کے لئے حضورؐ کے پاس آتے تھے۔ حضورؐ کی طرف سے بے سہارا، بیواؤں کے وظیفے مقرر تھے اور آپ یتیموں کی سرپرستی فرماتے تھے۔ آپ مظلوموں کی حمایت کا اہتمام کرتے تھے اور رشتہ داروں اور عزیزوں سے صلہ رحمی سے پیش آتے تھے۔ کسی نے کبھی کوئی نازیبا بات آپ کی پوری مدتِ عمر میں آپ کی زبان سے نہ سنی تھی اور کوئی اس بات کا گواہ نہ تھا کہ حضورؐ نے کبھی کسی سے جھگڑا کیا ہو، کسی کو گالی دی ہو۔ کسی سے کبھی کوئی زیادتی کی ہو۔ کسی سے وعدہ خلافی کی ہو اور کسی سے بدمعاملگی کی ہو۔

آپؐ کے کردار کا خود اللہ تعالیٰ محافظ و نگران تھا۔ بچپن میں جب آپ بکریاں چراتے تھے اور آپؐ کا بیشتر وقت شہر سے باہر دشت و صحرا اور پہاڑوں میں گزرتا تھا۔ اس وقت آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی کائنات پر غور و فکر کرنے اور فطرت کی گود میں رہ کر اس کا قریبی احساس کرنے کے مواقع میسر تھے۔ ان حالات میں بھی جب آپ لڑکے تھے اور لڑکوں میں کھیل تماشے کا شوق عصر کا عمومی تقاضا ہوتا ہے۔ آپ کبھی کسی کھیل تماشے میں دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ آپؐ کے ساتھی چرواہے اکثر شہر میں ایسی تقاریب میں شرکت کے مواقع ڈھونڈھتے رہتے تھے۔ جہاں راگ رنگ ہو لیکن آپؐ ایسی باتوں سے ہمیشہ بے نیاز رہتے تھے۔ ایک بار اپنے ایک ساتھی چرواہے کے اصرار پر آپؐ نے شہر میں کسی شادی پر گانے بجانے کی مجلس میں شرکت کا ارادہ کر لیا۔ گرمی کا موسم تھا اور جب آپؐ شہر میں پہنچے تو ابھی مجلس منعقد ہونے میں بہت دیر تھی۔ آپؐ تقریب گاہ کے باہر سائے میں انتظار کرنے کے لئے بیٹھ گئے اور پھر آپؐ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ جب بیدار ہوئے تو مجلس منعقد ہو کر برخواست ہو چکی تھی۔ بس اس واقعہ کے بعد آپؐ نے ایسی

کسی مجلس میں شرکت کا کبھی ارادہ نہیں کیا۔

تعمیر کعبہ میں شہر کے سارے ہی نوجوان حصہ لے رہے تھے اور حضورؐ بھی پتھر پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ حضورؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے کہا کہ "بھتیجے تم خراش سے بچنے کے لئے تہمد اتار کر کندھے پہ رکھ لو۔" اور جب آپؐ نے اس سے پہلو تہی کی تو انہوں نے از راہ ہمدردی اور بزرگی خود ہی آپؐ کا تہمد اتار کر آپؐ کے کندھے پہ رکھ دیا لیکن حضورؐ فرط حیا سے تھرا کر نیم بے ہوشی کی حالت میں زمین پر گر پڑے۔ آپؐ نے اس پر اتنی شدید ندامت محسوس کی کہ پھر اس کا کبھی تصور تک نہ کیا۔[1]

جوانی کا دور انسان کے لئے بڑا رنگین دور ہوتا ہے۔ عمر کے اس حصے میں ہر شے حسین و دلفریب دکھائی دیتی ہے۔ جوانی کو دیوانی تو کہا ہی جاتا ہے لیکن حضورؐ اکرم کو قدرت نے ایسی صالح اور سعید فطرت سے نوازا تھا کہ جذبات کا بے قابو ہونا تو درکنار کبھی خیال کا دامن بھی آلودگیوں سے نہ چھوا تھا۔ مکہ کے اس رنگین اور آزاد ماحول میں جہاں قدم قدم پر ہونکیاں جال پھیلائے ہوئے تھیں اور نفس کے لئے تمام رغبتیں اور مرغوبات موجود تھیں۔ جہاں سفلی جذبات کی تکمیل و تسکین کے لئے طرح طرح کی آسانیاں معاشرے کے رسم و رواج میں ہی موجود تھیں وہاں حضورؐ نے جوانی کا زمانہ اس قدر پاکیزگی اور شرافت و احتیاط کے ساتھ گزارا کہ پاکیزگی کا زیادہ سے زیادہ تصور بھی اس معصوم و پاکیزہ جوانی کے مقابلے میں فروتر ہی دکھائی دیتا ہے۔ پھولوں کی پتیاں بہت صاف و شفاف ہیں۔ قوس و قزح نہایت معصوم ہے۔ چاندنی بہت اجلی اور بے داغ ہے۔ مگر حضورؐ کی جوانی ان سب سے زیادہ معصوم، پاکیزہ اور عفیف تھی۔ جہاں حسنِ بے نقاب کو کھلے بندوں متاعِ ایمان پر ڈاکے ڈالنے کی اجازت ہو وہاں عشق کی کشاکش سے بچ نکلنا بہت بڑی سعادت اور حفاظتِ خداوندی ہے۔ جہاں گلی گلی شراب خانے اور گھر گھر جام و مینا کی گردش ہو، جہاں قدم قدم پر مئے شبینہ کے جام لنڈھائے جاتے ہوں اور ساقی گری کی لاج رکھنے کے لئے ایمان و اخلاق کو بے آبرو کیا جاتا ہو۔ وہاں ایک سعید فطرت انسان کا اس کے ایک قطرے سے بھی اپنے آپ کو پاک رکھنا فرشتوں کی سی صفت ہے۔ جہاں جنگ کھیل ہو اور انسانی خون بہانا ایک تماشا ہو وہاں انسانیت کے احترام کا علمبردار ایک ایسا انسان بھی موجود ہو جس کے دامن پر خونِ ناحق کی ایک چھینٹ بھی نہ پڑی ہو۔ جہاں بتوں کے سامنے سجدہ ریزیاں ہوں،

---

[1] محبوب خدا۔ چودھری فضل حق

غیر اللہ کے سامنے نذر و نیاز ہوں، زمانہ حج میں برہنہ طوافِ کعبہ شعائرِ مذہب میں شامل ہو وہاں ابراہیمی فطرت کا ایک انسان پاکیزگی، عفت نگاہی اور توحید پرستی کی تصویر بنا ہوا موجود ہو۔ جہاں قدم قدم پر قمار خانے، بدکاری کے اڈے، داستان گوئی کے چوپال، لہو ولعب کی مجالس، گانے بجانے کی محفلیں، حسین وگداز جسموں کی تھرتھراہٹیں اور بانکپنیں نوجوانوں کا راستہ دیکھتی ہوں وہاں ایک پاکیزہ فطرت ہاشمی نوجوان تزکیہ وطہارتِ نفس کی تصویر بنا ہوا پایا جاتا ہو اور اس کے دامن پر ان خرافات کا سایہ بھی نہ پڑتا ہو تو اسے معجزۂ کردار نہ کہا جائے تو پھر کس لفظ سے تعبیر کیا جائے گا اور یہ کردار اگر انسانوں کے دلوں کو، جو دل نیکی اور پاکیزگی سے متاثر ہوتے اور طہارت نفس اور شرافت سے مرعوب ہوتے ہیں انہیں مرعوب کر کے اپنا گرویدہ بنالے تو یہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ ان سب کے درمیان یہی نوجوان تھا جس نے ہر خوبی کو اپنے کردار میں سمیٹ لیا تھا اور جو ہر بدی سے دامن کش تھا جو لوگوں کی آنکھ کا تارا اور ان کے دلوں کا محترم و مکرم مہمان تھا۔

یہی سبب ہے کہ خدیجۃؓ الکبریٰ نے جو مکہ کی امیر و کبیر بیوہ تھیں جب اس نوجوان کو اپنے کاروبار میں آزمایا اور کھرا پایا تو اسے اپنی طرف سے خود نکاح کا پیغام بھیجا، بلکہ بلا کر خود بالمشافہ بھی آپؐ سے بات پختہ کی۔ اس موقعہ پر انہوں نے حضورؐ اکرم کے اخلاق کے بارے میں اپنے ذاتی تجربے کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا۔

میں نے آپؐ کی صداقت اور اچھے اخلاق کی وجہ سے آپؐ کو پسند کیا ہے۔ اس لئے کہ میں آپؐ کی صداقت اور کردار سے متاثر ہو گئی ہوں[1]

چنانچہ شادی پر خطبۂ نکاح پڑھتے ہوئے حضرت ابو طالب نے جو بچپن سے حضورؐ کے سرپرست چچا تھے آپؐ کے کردار کے بارے میں یہی گواہی دی۔ حمد و ثنا کے بعد انہوں نے فرمایا۔

یہ میرے بھائی کا لڑکا محمدؐ بن عبداللہ ہے۔ یہ ایک ایسا نوجوان ہے کہ قریش کے کسی شخص سے اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہ اس سے بڑھا رہے گا۔ ہاں البتہ مال اس کے پاس کم ہے لیکن مال تو ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے اور ایک بدل جانے والی چیز ہے۔ محمدؐ وہ شخص ہے کہ جس کی میرے ساتھ محبت و یگانگت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ اس کا مستقبل خدا کی قسم عظیم الشان

---

[1] ابن اسحاق

اور جلیل القدر ہے۔

اس خطبے کا جواب دیتے ہوئے ورقہ بن نوفل جو حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی اور ایک مشہور و معروف عالم و فاضل آدمی تھے۔ انہوں نے کہا۔

حمد و ثنا خدا کے لئے ہے۔ بلاشبہ آپ لوگ تمام خصائل کے اہل ہیں۔ کوئی طاقت آپ کے فضل و شرف کو رد نہیں کر سکتی۔ اور بے شک ہم نے نہایت رغبت کے ساتھ آپ کے ساتھ شامل ہونا پسند کیا ہے۔ پس اے قریش گواہ رہو کہ میں خدیجہؓ بنت خویلد کو محمدؐ بن عبداللہ کی زوجیت میں دیتا ہوں۔

شادی کے بعد آپؐ کاروبار میں پہلے سے بھی زیادہ انہماک سے مصروف ہو گئے۔ ان کے ایک کاروباری ساتھی قیس بن سائب نے آپؐ کے بارے میں کہا۔

کاروبار میں میں نے محمدؐ سے بہتر ساتھی کوئی نہیں پایا۔ اگر ہم ان کا سامان لے کر جاتے تو واپسی پر وہ ہمارا استقبال کر کے صرف ہماری خیر و عافیت پوچھتے اور پھر چلے جاتے اور بعد میں حساب دینے پر قطعاً تکرار اور حجت نہ کرتے۔ حالانکہ دوسرے لوگ سب سے پہلی بات صرف اپنے مال کی کیفیت کے متعلق ہی پوچھتے تھے۔ اس کے برخلاف اگر خود وہ ہمارا سامان لے کر جاتے تو واپسی پر جب تک پائی پائی بے باق نہ کر لیتے گھر تک کبھی نہ جاتے۔ اس لئے وہ ہمارے درمیان "الامین" کے لقب سے معروف تھے۔

کاروبار کے سلسلے میں ہی ایک شخص عبداللہ بن الحمسا نے آپؐ سے کہا کہ ذرا ٹھہرئیے میں ابھی آتا ہوں لیکن وہ جا کر بھول گیا۔ پھر تین دن کے بعد اچانک اتفاق سے وہ ادھر سے گزرا تو حضورؐ وہاں وعدے کے مطابق راستے میں ہی اس کے منتظر تھے۔ وہ آپؐ کو دیکھ کر سخت پریشان ہوا۔ تو آپؐ نے اسے صرف اتنا کہا کہ عبداللہ تم نے ہمیں سخت تکلیف دی۔ ظاہر ہے کہ یہ اخلاق کسی کو گرویدہ بنائے بغیر کیسے چھوڑ سکتا ہے۔

جاہلیت میں قبائل عرب میں لڑائیاں چھڑتیں تھیں تو برسوں چلتی رہتی تھیں۔ ایک بار حرب فجار کے نام سے لڑائی چھڑی تو برسوں تک وقفہ وقفہ سے چلتی رہی یہاں تک کہ اس خونریزی سے قریش تنگ آ گئے اور ان میں پریشانی اور پشیمانی کے زیر دست جذبات پیدا ہوئے۔ چنانچہ قریش میں بنو ہاشم کے سردار زبیر بن عبدالمطلب کی تجویز پر ایک انجمن "قیام امن و نگرانی حقوق" قائم کی گئی۔ اس انجمن میں قریش کے قبائل نے مندرجہ ذیل حلف لیا۔

ہم عہد کرتے ہیں کہ

ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے، مسافروں کی حفاظت کریں گے۔ غریبوں کی امداد کریں گے۔ اور زیردستوں کو ظلم سے بچائیں گے اور ظالم کا ہاتھ پکڑیں گے۔

اس انجمن کے اجلاس میں حضورؐ بھی اپنی نوجوانی کے دور میں شامل ہوئے تھے۔ آپ اس کے بعد اپنے دورِ نبوت میں بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج بھی اس انجمن کے اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کے لئے لوگ کام کریں تو میں ان کا ساتھ دوں گا۔ حضورؐ ہمیشہ خدمتِ خلق کے لئے تیار رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ خلقِ خدا کی خدمت کے لئے حضورؐ نے محنت اور ایثار و قربانی سے کام لیا ہوگا۔ اس خدمت کے نتیجے میں حضورؐ اپنی قوم کے اندر بے حد مقبول امین و صادق اور خادم خلیق مشہور تھے۔

ایک بار جب سیلاب اور بارش کی شدت سے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا تو اہلِ مکہ نے اس کی نئی تعمیر کا فیصلہ کر لیا۔ ہر شخص اور قبیلہ نے اس سعادت میں حصہ لینے کے لئے پوری یکسوئی سے تعمیرِ کعبہ میں شرکت کی، یہاں تک کہ حجرِ اسود رکھنے کا وقت آگیا۔ اس وقت ہر قبیلے کی خواہش تھی کہ یہ اعزاز اسے حاصل ہو۔ اس مسابقت میں بات تو تو میں میں سے بڑھ کر تلوار کے دستے تک جا پہنچی۔ بعض قبائل نے تو خون کا پیالہ سامنے رکھ کر اس پر حلف لے لیا کہ وہ اس اعزاز سے کبھی دست بردار نہ ہوں گے۔ بالآخر ایک معمر بزرگ امیہ بن مغیرہ نے رائے دی کہ کسی کو ثالث بنا کر فیصلہ کر لیا جائے۔ چنانچہ یہی طے پایا کہ جو شخص سب سے پہلے حرم میں آئے اسی کو ثالث بنا لیا جائے۔ اس فیصلے کے بعد اچانک حضورؐ اکرم ہی تشریف لے آئے۔ آپ کو دیکھ کر لوگ دور سے ہی چلانے لگے۔

یہ تو امین آرہا ہے، ہم اس پر راضی ہیں۔ یہ تو محمدؐ ہے۔ ہم اس کے فیصلے پر رضامند ہیں۔

حضورؐ نے حضرت خدیجۃؓ الکبریٰ کے ساتھ پندرہ سال گزارے تھے جب پہلی وحی کے نزول کا واقعہ پیش آیا۔ تو آپؐ اس واقعہ سے بے حد پریشان ہوئے۔ یہ ایک نہایت درجہ غیر متوقع انوکھا اور حیران کن تجربہ تھا جس سے حضورؐ کو اچانک واسطہ پڑا۔ آپؐ کانپتے لرزتے گھر واپس آئے۔ آتے ہی اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ مجھے اڑھا دو، مجھے اڑھا دو۔ چنانچہ آپؐ کو کمبل اڑھا دیا گیا۔ جب کچھ سکون ہوا اور آپؐ کی خوفزدگی کچھ دور ہوئی تو آپؐ نے سارا واقعہ سنایا اور سخت پریشانی سے حضرت خدیجہؓ سے کہا۔

اے خدیجہؓ مجھے کیا ہوگیا ہے، مجھے تو اپنی جان کا ڈر ہے۔

حضرت خدیجہؓ حضورؐ کی بیوی تھیں۔ بیوی سے زیادہ شوہر کی خوبیوں اور کمزوریوں سے کون آگاہ ہوتا ہے۔ انہوں نے حضورؐ کے بارے میں اس وقت جو گواہی دی وہ یہ تھی۔ انہوں نے کہا:

ہرگز نہیں آپؐ خوش ہو جائیے اے محمدؐ۔ خدا کی قسم، خدا آپؐ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپؐ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، امانتیں ادا کرتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بار برداشت کرتے ہیں۔ نادار لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور نیک کاموں میں مدد کرتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں آپؐ تو اللہ کے نبی ہیں۔[۱]

اور پھر جب حضرت خدیجہؓ آپؐ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو عالم و فاضل آدمی تھے مطالعہ کر کے عیسائی ہو گئے تھے اور خود انجیل لکھتے تھے۔ بہت بوڑھے اور ضعیف تھے تو انہوں نے حضورؐ کا سارا واقعہ سن کر کہا:

یہ تو وہی ناموس الٰہی ہے (وحی لانے والا فرشتہ) ہے جو اللہ نے موسیٰؑ پر نازل کیا تھا، کاش میں آپؐ کے زمانۂ نبوت میں قوی اور جوان ہوتا۔ کاش میں وقت تک زندہ ہی رہتا جب آپؐ کی قوم آپؐ کو نکال دے گی۔

حضورؐ نے حیران ہو کر پوچھا "کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟"

ورقہ نے کہا "ہاں یہ کبھی نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہو جو آپؐ لائے ہیں اور اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو۔ اگر میں نے آپؐ کا زمانہ پایا تو میں آپؐ کی پرزور مدد کروں گا۔[۲]

حضورؐ کا پاکیزہ اور بے مثال کردار کھلی کتاب کی طرح پورے چالیس سال سے قوم کے سامنے موجود تھا، اس لئے جب پہلی دفعہ حضورؐ نے لوگوں کو جمع کر کے دعوت اسلامی پیش کرنے کا فیصلہ کیا اور لوگوں کو جمع کیا تو سب سے پہلے اپنے کردار پہ ہی ان سے گواہی طلب کی۔

حضورؐ نے کوہ صفا پہ کھڑے ہو کر لوگوں کو پکارا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا تم مجھے

۱۔ ابن سعد ص ۱۹۰۔

۲۔ تفہیم القرآن جلد ششم۔ صفحہ ۳۹۳

بتاؤ کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو۔"

سب نے بیک آواز کہا۔" ہم نے کبھی کوئی بات غلط یا بیہودہ آپ کی زبان سے نہیں سنی، ہم یقین رکھتے ہیں کہ آپ صادق اور امین ہیں۔"

گویا صادق اور امین کے القاب نے جو پوری قوم نے آپ کو اعلانِ دعوتِ اسلامی سے پہلے ہی دے رکھے تھے۔

حضورؐ کے کردار سے مکّے کے لوگ اور آپ کے قریب ترین عزیز بھی اتنے متاثر تھے کہ وہ آپؐ کے لیے نبوّت کو بھی بعید نہیں سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت خدیجہ کوئی کم عمر خاتون نہ تھیں اور وہ حضورؐ کے ساتھ پندرہ سال گذار کر آپ کے کردار کے ہر پہلو سے خوب خوب آگاہ تھیں۔ اور غارِ حرا کے واقعہ نے اُن کے ذہن کو حضورؐ کے بارے میں کسی بُرائی کی طرف نہیں بلکہ ایک بلند ترین منصب کی طرف موڑ دیا — ورقہ بن نوفل بھی ایک عمر رسیدہ جہاں دیدہ انسان تھے اور حضورؐ کی ساری عمر اُن کے سامنے مکّہ میں گذری تھی۔ اُن کے لیے بھی حضورؐ کے کردار کے ساتھ اُن پر ناموسِ الٰہی کا اُترنا کوئی بعید از قیاس بات نہ تھی۔

حضورؐ کے بلند کردار نے آپ کی ذات میں رعب و ہیبت کا عنصر بھی پیدا کر دیا تھا۔ جیسا کہ حضورؐ نے خود فرمایا تھا کہ مجھے اپنے دشمنوں کے مقابلے میں ایک ماہ کی مسافت تک رُعب سے مدد دی گئی ہے۔ اس بات کا تجربہ ہر شخص کو ہے کہ بلند کردار اپنے اندر عظمت و ہیبت دونوں رکھتا ہے۔ یعنی بلند اخلاق اور اعلیٰ پائے کی دیانت و پاکیزگی و شرافت پر مبنی کردار ہمیشہ اپنے اندر زبردست طاقت اور قوت رکھتا تھا جس کے سامنے عام حالات میں بولنے کی مجال بڑے بڑے کٹّر کافروں کو بھی نہیں تھی۔ صحابہ کرام کے بارے میں تو یہ کہا ہی جاتا ہے کہ وہ حضورؐ کی مجلس میں زور سے آواز نہ نکالتے تھے۔ اور دم بخود بیٹھتے تھے جیسے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ مسلمان تو خیر مطیع فرمان لوگ تھے خود ابوجہل جیسے شدید دشمن کو بھی بعض اوقات مجرم ضمیر کے سامنے بولنے کی مجال نہ ہوتی تھی۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ اراشی نام کا ایک شخص کچھ اونٹ فروخت کرنے کے لیے مکہ شہر میں لایا اور ابوجہل نے سودا کر کے اونٹ لے لیے لیکن قیمت ادا کرنے میں مسلسل کئی روز تک ٹال مٹول کرتا رہا۔ وہ شخص کئی قریشی سرداروں کے پاس مدد کے لیے گیا۔ اور فریاد کی کہ میں ایک بے وطن مسافر ہوں۔ میرا حق مارا گیا ہے تم ابوالحکم سے میرا حق دلا دو۔ لیکن کسی میں ابوجہل سے کہنے کی جرأت نہ تھی۔ ان سرداروں میں سے کسی ایک نے ازراہ مذاق حضور اکرمؐ کی طرف اشارہ کر دیا کہ اُن سے کہو۔ یہ تیرا حق دلوا دیں گے۔ وہ

ناواقف شخص حضورؐ کے پاس جا کر فریادی ہوا۔ حضورؐ سارا قصہ سُن کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ "میرے ساتھ آؤ"۔
قریش کے سردار خوب دلچسپی سے یہ تماشا دیکھنے لگے۔ حضورؐ نے ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹایا۔
"کون" اندر سے آواز آئی۔
"میں ہوں محمدؐ۔ باہر آؤ" حضورؐ نے فرمایا۔
اندر سے ابوجہل برآمد ہوا۔ لیکن اُس کا رنگ فق تھا۔ آپؐ نے فرمایا "اس شخص کو اس کا حق فوراً ادا کر دو"۔
ابوجہل خاموشی کے ساتھ اندر گیا اور قیمت لا کر مسافر کے ہاتھ پہ گن کر رکھ دی۔ اراشی نے خوشی خوشی واپس آکر یہ سارا قصہ قریش کو سُنایا۔ حضورؐ کی دیر بعد ابوجہل بھی آگیا تو لوگوں نے خوب مذاق اُڑایا "تجھے کیا ہوگیا تھا۔ ہم نے تو ایسا کوئی نہیں دیکھا۔ یہ تو نے کیا کیا" سب نے کہا۔ ابوجہل نے کہا۔ "کم بختو، جب اُس نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اُس کی آواز سُنی تو رُعب اور ہیبت سے میری حالت لکڑی کے ایک پُتلے جیسی ہوگئی تھی"۔
حضورؐ کے کردار کی بلندی اور صداقت و پاکیزگی کا یہ عظیم ترین نمونہ تھا کہ نبوت کا اعلان کرنے کے بعد بھی قریش نے انتہائی مخالفت اور مزاحمت کے باوجود کبھی آپؐ کو جھوٹا نہیں کہا اور آپ پر یہ الزام کبھی نہیں لگایا کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ انہوں نے جس امر کی تکذیب کی وہ آپ کی نبوت کی حیثیت کی تھی۔ حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ ایک بار حضورؐ کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل نے دورانِ گفتگو حضورؐ سے کہا:۔
"ہم آپ کو تو جھوٹا نہیں کہتے۔ مگر جو کچھ آپ پیش کر رہے ہیں اُسے جھوٹ قرار دیتے ہیں"۔
چنانچہ جنگِ بدر کے موقعہ پر اسی ابوجہل سے ایک شخص اخنس بن شریق نے تنہائی میں پوچھا "یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی تیسرا تو موجود نہیں ہے۔ سچ سچ بتاؤ کہ تم محمدؐ کو سچا کہتے ہو یا جھوٹا۔ ابوجہل نے جواب میں کہا "خدا کی قسم، محمدؐ ایک سچا آدمی ہے۔ اُس نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ مگر جب سقایت اور حجابت اور نبوت سب کچھ بنی قصی ہی کے حصے میں آجائے تو بتاؤ باقی سارے قریش کے پاس کیا رہ گیا"۔
حضورؐ کے اسی کردار کی معجزانی عظمت کی بنا پر قرآن نے حضورؐ اور اسلام کے مخالفین کو چیلنج دیا۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ

میں یہ قرآن پیش کرنے سے پہلے تمہارے درمیان ایک عمر گزار چکا ہوں۔
گویا حضورؐ کا کردار اس شان کا تھا کہ اُسے نبوت کی صداقت کے لیے بطور گواہ کے منکرینِ قرآن کے سامنے پیش کیا جاسکتا تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ حضورؐ کی چالیس سالہ زندگی میں سے کوئی ایک واقعہ بھی جھٹلانے کے

لیے دلیل کے طور پر پیش کر سکے۔ حضورؐ ابتدا سے ہی اخلاق و کردار و عادات میں ہر ایک سے مختلف، ممتاز اور منفرد نظر آتے تھے۔ جھوٹ، بدکلامی، گالی و فحش بات کسی نے کبھی آپ کی زبان سے نہ سُنی تھی۔ وہ لوگوں سے ہر قسم کے معاملات کرتے تھے۔ مگر آپ کی کسی کے ساتھ بھی تلخ کلامی اور تُو تُو مَیں مَیں کبھی نہ ہوئی تھی۔

آپ کی زبان میں ایسی شیرینی تھی کہ ہر کوئی آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپ نے کبھی کسی سے حق تلفی نہیں کی۔ برسوں تک تجارت کرنے کے باوجود کسی کا ایک پیسہ بھی کبھی ناجائز طریقے سے نہیں لیا۔ جن لوگوں سے آپ کا معاملہ پیش آیا وہ آپ کی دیانت، امانت اور شرافت کے معتقد بن گئے۔ ساری قوم آپ کو امین کہتی تھی۔ دشمن تک آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھواتے تھے۔ اور اُن امانتوں کی بھی حفاظت کی جاتی تھی۔ بے حیا لوگوں کے درمیان آپ شرم و حیا کا مجسمہ تھے۔ بداخلاقوں کے درمیان آپ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز تھے۔ بدکاروں کے درمیان آپ عصمت و عفت اور پاکیزگی و طہارت کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ نے کبھی شراب اور جوئے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ غیر شائستہ لوگوں کے ساتھ بھی آپ ہمیشہ شائستگی سے پیش آتے۔ بدتمیزوں سے بھی آپ ہمیشہ نرمی اور کرم گستری کا رویہ رکھتے۔ سنگدلوں سے نرمی برتتے۔ ہر کسی کے دکھ درد میں شریک ہوتے۔ یتیموں، بیواؤں، بے کسوں، محتاجوں، فقیروں اور بے نواؤں کی مدد کرتے۔ آپ کسی کو دکھ نہ دیتے جب کہ خود دوسروں سے دکھ اُٹھاتے۔ جھگڑالو لوگوں کے درمیان آپ صلح پسند تھے۔ عناد و خونریزی کرنے والوں کے درمیان آپ امن پسند تھے۔ مصالحت اور خدمت میں آپ پیش پیش ہوتے۔ بُت پرستوں کے درمیان آپ خدائے واحد کے پرستار تھے۔ اور کسی مخلوق کے آگے سر جھکانے کو تیار نہ تھے۔ اس سارے تنگ و تاریک اور متعفن ماحول میں حضورؐ کا کردار ایک ہیرے کی طرح چمکتا اور ایک پھول کی طرح مہکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

یہ وہ معجزہ کردار تھا جو اسلامی انقلاب کی دعوت کے لیے حضورؐ کے پاس ایک مؤثر ہتھیار تھا۔ اس ہتھیار کی موجودگی میں دشمنوں کے دل دشمنی میں بھی اندر سے مرعوب اور جھکے ہوئے تھے اور اُن کے لیے کھل کر بے دھڑک دشمنی کرنا سخت دشوار کام تھا۔ اس کردار کی حق پرستانہ کاٹ سے اپنے ضمیر کو صاف بچا کر لے جانا اور اس میں دعوتِ حق کی تخم ریزی نہ ہونے دینا اُن کے بس سے باہر تھا۔ حضورؐ کے کردار کا یہ عظیم انقلاب آفرین ہتھیار دعوتِ حق کے مخاطب لوگوں پر بڑا اثر انداز ہوتا تھا اور حضورؐ کے کردار کی پُرزور بارش سے سعید فطرت لوگوں کے دلوں کی کھیتیاں سرسبز ہوتی چلی جاتی تھیں۔